ظہور الدین اوج

علامہ احسان الٰہی ظہیر

تبلیغ دین پاک کے شوقین تھے بڑے
پیغمبرانہ کام وہ کرتے تھے شوق سے
پھرتے تھے شرق و غرب میں تبلیغ کے لئے
خطبات ان کے وحدت رب کے ہی درس تھے
بے باک دل ملا تھا انہیں رب جلی سے
بدعات و شرک کی وہ اڑاتے تھے دھجیاں
جاہل پکار اٹھتے تھے لاریب الاماں
جہلاء نے بم چلادیا دوران وعظ ہی
گھائل وہ شیر ہو گیا دوران وعظ ہی
کچھ دن کے بعد دنیا سے علامہ چل دئے
تبلیغ دین کا شوق فراواں لئے ہوئے
ہے جنت البقیع میں تربت شہید کی
یعنی ہے مدینہ میں یہ تربت شہید کی
اٹھیں گے روز حشر صحابہ کے ساتھ وہ
احمد رسول اور سہ خلفاء کے ساتھ وہ

عطاء الرحمن ثاقب

علامہ احسان الٰہی ظہیر کی یاد میں

ملکی سیاست میں جب بھی اتار چڑھاؤ آتا ہے ہمیں علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کی یاد ستاتی ہے ۔ حقیقت ہے علامہ صاحب جیسی اسلام پسند ' محب وطن اور جمہوریت پرور شخصیات آج کے دور کی ضرورت ہیں ۔ ان کی جدوجہد جہاں اہل علم کے لئے مشعل راہ ہے وہاں سیاست کی پرخار وادی میں قدم رکھنے والوں کے لئے بھی نمونہ ہے ۔ علامہ صاحب وطن دشمن اور جمہوریت مخالف عناصر کے لئے ذرا سا بھی نرم گوشہ نہیں رکھتے تھے ۔ مارشل لاء کے خلاف انہوں نے بھرپور جدوجہد کی ۔ ایم آر ڈی میں باقاعدہ شامل نہ ہونے کے باوجود انہوں نے ایم آر ڈی کے جلسوں سے خطاب کیا۔اور آمریت کے خلاف اس انداز سے آواز بلند کی کہ بڑے بڑے سیاستدان ان کی جراتمندانہ للکار کے ہم پلہ نظر نہیں آتے ۔ مگر جوں ہی انہوں نے دیکھا کہ ایم آر ڈی میں شامل ایک جماعت کے کچھ راہنما افغانستان پر ان کی پالیسی کو برداشت نہیں کر پارہے تو فوراً ایم آر ڈی کے جلسوں سے قطع تعلق کر کے جمعیت اہل حدیث کے سٹیج سے آمریت کے خلاف جدوجہد کا بھرپور آغاز کیا اور پھر ایم آر ڈی کے جلسوں کی ساری رونق جمعیت اہل حدیث کے جلسوں کا حصہ بن گئی ۔ انہوں نے مختصر سے وقت میں ملک بھر کے بڑے بڑے شہروں میں جلسہ ہائے عام منعقد کئے ۔ جمعیت اہل حدیث کا ملک کی بڑی سیاسی پارٹیوں میں شمار ہونے لگا ۔ ملکی سطح کے کسی بھی سیاسی و علمی موقف میں جمعیت اہل حدیث کو نظر انداز کرنا ممکن نہ رہا ۔ شریعت بل کا مسئلہ آیا تو انہوں نے کتاب و سنت کے حوالے سے اس بل میں بے شمار خامیوں کی نشاندہی کی ۔ علامہ صاحب نے ببانگ دہل اعلان کیا کہ ہم قرآن و سنت کی بالادستی چاہتے ہیں ۔ شریعت بل کے نام پر کسی فقہ کی نہیں ۔ شریعت بل پر جنگ فورم کے مذاکرے میں ان

کی قوت استدلال کو دیکھ کر جیوری کے ارکان بھی ششدر رہ گئے تھے ۔

حب الوطنی علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کی تربیت کا حصہ تھی ۔ زمانہ طالب علمی میں مدینہ یونیورسٹی میں آپ کے ساتھ ہندوستان کے کچھ کانگریسی ذہنیت کے حامی طلبہ بھی پڑھتے تھے ۔ آپ نے مدینہ یونیورسٹی میں ان کے موقف کا بھرپور تعاقب کیا ۔ ہندوستانی طلبہ تقسیم ہند کے موضوع پر ان سے گفتگو کرنے سے خائف رہتے اور بہت سے تو علامہ صاحب کے موقف کے پرزور حامی بھی بن گئے ۔ علامہ جیسی شخصیات ملکی وقار کی علامت ہوتی ہیں ۔

مدینہ یونیورسٹی میں ایک عجمی ہونے کے باوجود جب یونیورسٹی بھر میں انہوں نے اول پوزیشن حاصل کر کے تمام عرب و غیر عرب طلبہ پر فوقیت حاصل کی تو پاکستانی طلبہ کا سر فخر سے بلند ہو گیا ۔ غالباً 1986 میں بغداد میں ہونے والی بین الاقوامی اسلامی کانفرنس میں دنیا بھر کے سکالرز اور خطباء موجود تھے اور اپنے اپنے جذبات کا اظہار کر رہے تھے ۔ علامہ صاحب نے جب عربی زبان میں فی البدیہہ خطاب کیا تو عرب خطباء حیرت و استعجاب کی تصویر بنے ناقابل یقین انداز سے انہیں دیکھنے لگے ۔ علامہ صاحب نے اس اندز سے عربی اشعار ' ضرب الامثال اور محاوروں سے اپنے بلیغانہ خطاب کو مزین کیا کہ انہیں علامہ صاحب کے پاکستانی ہونے پر شک گزرنے لگا ۔ خطاب اس قدر موثر تھا کہ آہنی شخصیت کے مالک صدر صدام حسین بھی آبدیدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور جب آپ تقریر ختم کر کے سٹیج سے نیچے اترے تو صدام حسین نے کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا اور بڑی دیر تک علامہ صاحب کا ہاتھ تھام کر تحسینی کلمات کہتے رہے ۔ مولانا شاہ احمد نورانی بھی کانفرنس میں موجود تھے ۔ انہوں نے آگے بڑھ کر علامہ صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ آج آپ نے پورے پاکستان کا نام روشن کردیا ہے ۔ علامہ صاحب عربی زبان میں بے پناہ مہارت رکھتے تھے ۔ سینکڑوں عربی اشعار انہیں ازبر تھے ۔ نہایت فصیح زبان بولتے تھے ۔ طالب علمی کے دور میں ایک دفعہ مسجد نبوی کے مسئلہ فلسطین کے حوالے سے جہاد کے موضوع پر خطاب کیا تو عرب کی ایک

بہت بڑی شخصیت بھی اتفاق سے وہاں موجود تھی ۔ انہوں نے علامہ صاحب کے خطاب کو سننے کے بعد کہا کہ میری خطابت عرب میں اتھارٹی سمجھی جاتی ہے مگر آج میں اعتراف کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے بھی بڑے خطیب ہیں ۔ علامہ صاحب نے مصر کے مشہور ماہنامہ " حضارہ الاسلام " میں لیلہ مع المتنبی کے عنوان سے ایک ادبی مقالہ لکھا جسے اس سال کا بہترین شہ پارہ قرار دیا گیا ۔ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے کہا کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس مضمون کا لکھنے والا اتنا کم عمر ہو گا ۔ علامہ صاحب غیر ممالک میں بڑے علمی و تحقیقی سکالر کی حیثیت سے معروف تھے ۔ آپ کے اسلوب تحریر کی پختگی اور کثرت تصانیف کی بناء پر ان کے اکثر معتقدین یہ تصور کرتے تھے کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کوئی معمر شخصیت ہیں ۔ کسی کے تصور میں بھی نہ ہوتا کہ یہ علمی و فکری ورثہ کسی جواں سال شخص کی محنت و کاوش کا ثمرہ ہے ۔ ایک دفعہ آپ ریاض کے ایک ہوٹل فندق قصر الریاض میں ٹھہرے ہوئے تھے چند کویتی طلبہ نے آپ سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اور ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا ۔ علامہ صاحب نے کہا پانچ بجے شام ہوٹل میں آجائیں ۔ مقررہ وقت پر چند کویتی اور امریکی طلبہ ہوٹل پہنچ گئے ۔ انہوں نے پہلے کبھی آپ کو نہیں دیکھا تھا ۔ علامہ صاحب نیچے اترے وہ طلبہ کسی معمر اور سفید ریش شخصیت کا خاکہ ذہن میں لئے بیٹھے تھے ۔ انہوں نے آپ کو دیکھ کر پوچھا " آپ استاد احسان الٰہی ظہیر کو جانتے ہیں وہ بھی پاکستانی ہیں اور اسی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں " علامہ صاحب نے مسکرا کر جواب دیا میرا نام ہی احسان الٰہی ظہیر ہے ۔ یہ سننا تھا کہ کورس کی شکل میں انہوں نے ماشاء اللہ شاب یعنی ماشاء اللہ آپ تو بالکل جوان ہیں کہا اور مصافحے کے لئے اپنے ہاتھ آگے بڑھا دئے ۔

علامہ صاحب کی شہادت سے تیرہ سال قبل شورش کاشمیری مرحوم نے لکھا تھا :

" علامہ احسان الٰہی ظہیر مدینہ یونیورسٹی سے فراغت پا کر لاہور آ گئے تو جمعیت اہل حدیث نے تاریخی مسجد چینیانوالی لاہور کی امامت آپ کے سپرد کی ۔ علامہ صاحب ایک فاضل اجل نوجوان ہیں [illegible] عربی میں مہارت تامہ حاصل ہے آپ نے جماعت اہل